(مسلم ہیروز کورس)

تیسرا حصہ

استقامت والے

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

(مسلم ہیروز کورس)

تیسرا حصہ

استقامت والے

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : استقامت والے (مسلم ہیروز) تیسرا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : نومبر 2017ء

تعداد : 1000

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک II، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زندگی میں جب انسان نیکی کے راستے پہ چلتے ہیں عموماً زیادہ عرصہ چل نہیں پاتے نیک، صالح ارادے کچھ دیر بعد ہی دم توڑنے لگتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے یہ ہم سب جانتے ہیں اور اللہ رب العزت نے اس کے بارے میں ہمیں اطلاع بھی دی ہے اپنی پاک کتاب میں جہاں سیدنا آدم علیہ السلام کا تذکرہ کیا وہاں ہمیں یہ بات بھی بتائی۔

﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ (طٰہٰ:115)

"اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔"

ہم نے اس میں عزم، پختہ ارادہ نہیں پایا۔ تو انسان بنیادی طور پر ارادے کا کمزور ہے ارادے باندھتا ہے اور پھر کامیاب نہیں ہو پاتا۔ انسانی تاریخ میں سب سے بڑی کامیابی انبیاء نے حاصل کی۔ کامیاب ہستیوں کی بہت بڑی خصوصیت استقامت ہے یعنی جس کام کا انہوں نے ارادہ کیا مستقل مزاجی کے ساتھ اس کو انجام دیتے رہے، کوشش کرتے رہے جس کام کا آغاز کیا پوری حیات میں اس کو جاری رکھا۔

آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کیا آپ کی زندگی میں یہ مسئلہ موجود ہے؟ کہ

ارادے باندھتا ہوں باندھ کر پھر توڑ دیتا ہوں

ایسا ہوتا ہے۔ اچھا۔ یہ سلسلہ کب تک جاری رہتا ہے یعنی آپ کتنا عرصہ تقریباً کسی ارادے کے مطابق کام کرتے رہتے ہیں یعنی اپنے بارے میں انسان کو خود اندازہ ہوتا ہے کوئی کسی کام کو دو دفعہ، چار دفعہ کر لیتا ہے کوئی کسی کام کو سو دفعہ کر لیتا ہے چانس پھر بھی موجود ہے، کوئی کسی کام کو ہزار بار کر لیتا ہے چانس پھر بھی موجود ہے پھسل جانے کا تو آپ کی زندگی میں جب آپ نیک کاموں کا ارادہ کرتے ہیں تو کتنی بار کر سکتے ہیں؟ سہولت، آسانی اور دل کی خوشی سے؟ اور کتنے کام ایسے ہوتے ہیں جس کو بوجھ سمجھ کے کرتے ہیں؟ کندھے بوجھ سے شل ہو جائیں تو انسان کے لیے آگے چلنا ممکن نہیں ہوتا انسان زیادہ دیر تک بوجھ اٹھائے اٹھائے پھر نہیں سکتا۔ مجھے اپنے بارے میں بتائیں گے کہ آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے تو

میرے لیے اس بات کو واضح کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

طالب: اگر کوئی Strong Motivation ہو تو کام کر لیتے ہیں ورنہ چھوٹ جاتا ہے۔

استاذہ: آپ کہتے ہیں کہ مضبوط محرک (Strong Motivation) ہو تو زیادہ عرصے تک وہ چیز چلتی ہے لیکن وہ بیرونی محرک ہے (External) ہے۔ بیرونی محرک جب نہیں ہوگا، اندر وہ چیز ہے نہیں پھر آگے چلنا ممکن نہیں رہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بیرونی عوامل سے تحریک پکڑتے ہیں (Externally Motivated) اندرونی عوامل (Internally) سے نہیں۔ ٹھیک ہے

ایک مسئلہ تو پتہ چل گیا۔ اور کسی کے ذہن میں ہے کوئی؟

طالب: جب ایک کام کرنا ہو وہ کرتے رہتے ہیں، جب کوئی اور ساتھ کرنا ہو تو پہلا چھوٹ جاتا ہے۔

استاذہ: اچھا۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ایک کام کر رہے ہیں، دوسرا کام آ گیا تو پہلے والا چھوڑ دیا کیونکہ نہ پہلے والے کے اندر (External Motivation) تھی نہ دوسرے والے کے بارے میں۔ جس کا دباؤ زیادہ ہو وہ کام کر لیا۔ ٹھیک ہے۔ یعنی ایک صورت حال پتہ چلی۔ کہ بہت سارے کام ہوں پھر کوئی بھی نہیں ہوتا اور اگر ایک پہ فوکس کر لیں تو وہ ہو جاتا ہے۔ کافی عرصے تک ہو جاتا ہے پھر آہستہ آہستہ مدھم پڑ جاتا ہے۔

طالب: جب قرآن پڑھتے ہیں تو ارادہ مضبوط رہتا ہے ورنہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

یعنی آپ کی (Motivation) تحریک قرآن ہے اور اگر تھوڑا وقفہ آتا ہے تو اس وجہ سے (Problem) پیدا ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے۔

طالب: جب تک یہ واضح ہوتا ہے کہ کوئی کام کیوں کرنا ہے تو کر لیتی ہوں لیکن جب اہم نہیں لگتا تو نہیں ہو پاتا۔

اچھا۔ آپ کے ذہن میں کسی کام کی اہمیت واضح ہوتی ہے آپ کرتے رہتے ہیں پھر

ایک دم دل میں آتا ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے یعنی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہے جس کی وجہ سے پھر کام میں کمی آجاتی ہے۔

مجھے تو آج بہت دلچسپ باتیں پتہ چل رہی ہیں یعنی آپ اپنا تجزیہ (Analysis) کرنے کے قابل ہو گئے۔ ماشاء اللہ، الحمدللہ

طالب: مجھے لگتا ہے کہ جہاں لوگوں سے Interact کرنا ہوتا ہے وہ کام میں کر لیتی ہوں لیکن جن کاموں کا رزلٹ نظر نہیں آتا وہ نہیں کر پاتی۔

اچھا۔ یعنی آپ نتیجہ خیز (Result Based) کام کرنا چاہتی ہیں جس کام کے نتیجے کی بات سمجھ نہیں آتی تو کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہ بہت حقیقی بات (Genuine) ہے انسان اصلاً مستقبل بین (Futuristic) ہے اور اصلاً نتیجہ خیز (Result Based) کام، جس کا اسے نفع ہو اس پر مطمئن ہوتا ہے۔ کیونکہ بہر حال انسان مفاد پرست ہے جس کا کوئی مفاد نظر نہیں آتا وہ کام نہیں ہوتا اور اللہ پاک نے جو تحریک (Motivation) دی ہے اپنی کتاب میں اور جس طرح ہمیں سمجھایا اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیں مثبت طور پر بھی (Motivate) کیا ہے اور ہمیں تنبیہات بھی کیں ہیں کہ ہم یا تو اجر کی نیت سے یا پھر خوف کی وجہ سے کسی کام سے روکتے ہیں اور جس کے لیے ہمارے دل کے اندر اجر کی امید بیٹھ جاتی ہے پھر ہم وہ کام جاری رکھتے ہیں۔

طالب: جب قرآن پڑھتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا کوئی حکم آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ اس کو ضرور کرنا ہے، پھر جب کوئی اور حکم آتا ہے تو اس کو بھی کرنے کو دل چاہتا ہے لیکن سارے کام ہو نہیں پاتے۔

یعنی (Problem) یہ ہے کہ قرآن اور حدیث پڑھتے ہوئے جو کام آتا ہے اس کو کرنے کو جی چاہتا ہے (Motivated) بھی ہوتے ہیں لیکن اگلا آتا ہے تو پچھلا کیا نہیں جاتا اور یوں سارے کام ہی چھوٹ جاتے ہیں یعنی باقاعدہ طور پر (Properly) ہو نہیں

پاتے۔

طالبہ: جب اذکار کی پابندی کرتے ہیں خاص طور پر صبح وشام کی تو ارادے مضبوط رہتے ہیں، ورنہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔

اچھا۔اذکار کے چھوڑنے کی وجہ سے پھر کام ہو نہیں پاتے۔

طالبہ: میں جب کوئی ٹارگٹ مقرر کرتی ہوں اور وہ پورا نہیں ہوتا تو میں مایوس ہو جاتی ہوں۔

اچھا جب ٹارگٹ مقرر کرتے ہیں اور وہ (Achieve) نہیں ہو پاتا تو پھر مایوسی ہوتی ہے اس مایوسی میں پھر اگلا کام بھی نہیں ہو پاتا۔

ہر جگہ دیکھئے وہی مسئلہ ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کا تھا آدم علیہ السلام کے بچوں کے اندر بھی وہی بات ہے۔

﴿وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾(طٰہٰ:115)

''اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔''

اور عزم ہی کا اصل معاملہ ہے کہ ایک کام کے ارادے میں ہی کمی آتی ہے جس کی وجہ سے کام پورا نہیں کیا جاتا۔

طالبہ: میں نوافل پڑھنے کا ارادہ کرتی ہوں، کچھ دن تو پڑھتی ہوں لیکن پھر آہستہ آہستہ چھوٹ جاتے ہیں یہاں تک کہ سنتوں کی بھی اہمیت کم لگنے لگ جاتی ہے۔

اچھا۔نوافل کی بہت زیادہ دل کے اندر رغبت پیدا ہوتی ہے کچھ دنوں کے بعد پھر آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہے۔

طالبہ: ایک کام کے ساتھ دوسرے کاموں کو لے کر چلنا مشکل ہوتا ہے۔

استاذہ: یعنی آپ ارادے بھی کرتی ہیں اسباب بھی جمع کر لیتی ہیں لیکن پھر یہ ہوتا ہے کہ ترجیح دیتے (Prioritize) کرتے ہوئے جب ایک کام کرتی ہیں پھر پچھلے والے سارے ختم ہو جاتے ہیں ارادے اسباب سب ختم ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ بہت سنجیدہ (serious) نوعیت کا ہے۔یعنی آپ دباؤ میں آ کے کام کر لیتی ہیں اور دباؤ ختم ہو جائے تو پھر مایوسی آتی ہے۔

طالب: جب بہت سارے کام کرنے ہوتے ہیں اور ہو نہیں پاتے تو شدید مایوسی میں چلی جاتی ہوں۔

ہر کام میں (Depression) سے مراد تو مایوسی کی انتہاء ہے۔بنیادی طور پر وہ اچھا مقصد متعین (Goal Set) کرتی ہے اور پھر اس کو حاصل (Achieve) کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے پھر کچھ عرصے کے بعد حاصل (Achieve) نہیں کر پاتی تو نیا (Goal) بھی نہیں بن پاتا۔یعنی زیادہ ایک وقت میں کام ہوتے ہیں تو پھر وہ کام سارے ہو نہیں پاتے۔

طالب: مجھے لگتا ہے کہ میں جذبات میں آ کر کام کرنے کا ارادہ تو کر لیتی ہوں لیکن اس ارادہ کے پیچھے جو Working کرنی چاہئے، جو Logical Reasoning کرنی چاہئے وہ نہیں کرتی اس لیے ارادے پر قائم رہنا ممکن نہیں ہوتا۔

جذباتی طور پر ارادہ کر لیتے ہیں اور استدلال (Reasoning) نہیں دیتے۔ارادہ کرنے سے پہلے جو چیزیں ذہن (Mind) میں ہونی چاہئیں اس کی اہمیت اور اس کی صحیح (Motivation) جو آپ کو لے کے چلے گی وہ نہیں ہو پاتی۔

آپ سب محسوس (Feel) کرتے ہیں کہ یہ ہم سب کا مسئلہ (Problem) ہے سب ہی انسانوں کا مسئلہ ہے تو اس مسئلے کو حل کرنے کے دو طریقے ہیں:

ایک تو یہ ہے کہ ہم منطقی طور پر (Logically) محض منطقی طور پر ہی اسے حل کر لیں اور دوسرا (Problem Solving Method) یہ ہے کہ یہ دیکھیں کہ ہسٹری میں جو لوگ کامیاب ہوئے جنہوں نے اپنے ان مسائل کو حل کیا اور جن کی زندگیاں استقلال اور استقامت کا عملی نمونہ ہیں جنہوں نے پوری زندگی کوشش کی جن کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی انہوں نے اپنی زندگی میں کس طرح سے یہ سب سے

خوبصورت رویہ اپنایا، انہوں نے اس صفت کو اپنے اندر کیسے پیدا کیا، کس چیز نے ان کی مدد کی۔ تو ہم تاریخ میں (Historically) دیکھیں گے کہاں کہاں کس کس طریقے سے لوگوں نے اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کیا، مقصد بھی متعین کیا اور پھر اس مقصد کو حاصل بھی کیا اور اس دنیا میں بھی کامیاب ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی کامیاب ٹھہرے۔

ہر قوم اپنے (Heroes) کو دیکھتی ہے اور اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام:90)

''سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں''

کہ ان کی ہدایت کی آپ پیروی کرو یعنی اپنے مسائل کے حل کے لیے ان لوگوں کو دیکھو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کیا، جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اس کا نمونہ بنایا۔ تو ہم ان کی زندگیوں میں بنیادی چیز کو دیکھیں گے وہ استقامت ہے۔ ارادے کی کمزوری کے مقابلے میں مستقل مزاجی کے ساتھ ایک کام کو لے کر چلتے رہنا کہ پائے ثبات میں لغزش نہ آئے، مستقل کوشش کو جاری رکھنا۔ دو اصطلاحات اس کے لیے استعمال ہوتی ہیں لیکن دونوں کا مقصد ایک ہی ہے، بنیادی طور پر وہ ایک ہی چیز ہے استقلال اور استقامت۔ قرآن حکیم میں رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ (حم سجدہ:30)

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''

آیت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ربنا اللہ پر فوکس کرنے کی ضرورت ہے۔ کمزوری تو عقیدے میں ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ﴾

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے''

جو اللہ رب العزت کے ساتھ اپنے قلب ، روح ،اپنی عقل کے ساتھ جڑ گئے، جو پورے وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ گئے۔زبان دراصل دل کی ترجمان ہے قول جو زبان پر ہے دل کے اندر بھی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے یہ بات بسی ہوئی ہے۔

کسی کے دل کے اندر یہ بات کیسے بس جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے؟ تاریخی اعتبار سے انبیاء کے بارے میں دیکھیں تو ان کی زندگیوں میں ہمیں زبانِ حال سے دکھائی دیتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنایا ہوا تھا۔

ہم سیدنا آدم علیہ السلام کو دیکھیں کہ کس چیز نے انہیں غلطی سے نکالا تھا؟ انہوں نے Realize کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی ہوگئی ، بہت بڑی غلطی ہوگئی اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاف نہ کیا، ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم بہت بڑا خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

یہ معرفت (Realization) اس ہستی کے اندر ہوتی ہے جس کے قلب کے اندر یہ بات راسخ ہو جائے ،یعنی قلب اور یقین میں فرق نہ رہ جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے۔ محض زبان کی بات نہ رہے۔ یہ تو بات علم کی۔

﴿وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ﴾ (آل عمران:7)

''اور علم میں پختگی رکھنے والے۔''

آتی یہ بات علم کے توسط سے ہی ہے لیکن دل میں بس جائے تو سارے معاملات آسان ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمیں یہ بتاتی ہے اور اگر ان ہستیوں کے اندر دیکھنا چاہیں تو سوچیں ایک انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یقین ایسے بس جاتا ہے کہ ساڑھے نو سو سال اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے باوجود ہمت نہیں ہاری۔ کیا استقامت تھی ساڑھے نو سو سال میں ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی تھی۔ کیا نوح

علیہ السلام کی زندگی ہمارے لیے بہت بڑی دلیل نہیں ہے کہ نوح علیہ السلام استقامت کا روشن مینار تھے۔ اگر ہم تاریخ میں روشنی کے ان میناروں کو دیکھنا چاہیں تو انبیاء کی زندگیاں اس کی گواہ ہیں پھر ایک شخص جس نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اس ایک شخص کی پکار پر۔

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ﴾ (القمر:10)

تو اس نے اپنے رب کو پکارا: میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے۔

بات پھر بھی رب کی ہے۔ ایک شخص کی پکار پر اس رب نے دنیا ڈبو دی۔

استقامت کن نتائج تک پہنچاتی ہے؟

آسمان نے بھی پانی برسایا، زمین نے بھی پانی اگلا سارے اسباب مہیا ہو گئے اور وہی نوح علیہ السلام جو اللہ رب العزت کے آگے جھکے ہوئے ہیں اپنے بیٹے کے لیے اللہ رب العزت کے سامنے فریاد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرا تو وعدہ تھا کہ تو میرے گھر والوں کو بچائے گا میرا بیٹا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾

"اے نوح! یقیناً وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں تھا۔ بے شک وہ تو سراپا عمل غیر صالح ہے۔ (ھود:46)

نوح علیہ السلام کے یقین کو دیکھیں اپنے بیٹے سے کہتے ہیں:

﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ﴾ (ھود:43)

"آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا"

اگر آپ اس یقین کو دیکھنا چاہیں تو نوح علیہ السلام کی زیر نگرانی پروان چڑھنے والے بچے میں دیکھئے جوان ہے وہ کہتا ہے:

﴿سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ﴾ (ھود:43)

"میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا، وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا"

وہ یقین جو نوح علیہ السلام کے اندر ہے وہ بیٹے کے اندر ذرا بھی نہیں ہے۔ یہ خصوصیات ورثے میں کسی کو نہیں مل جاتیں۔ کسی کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس کے اندر وہ خصوصیت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ بات اس لیے آپ کے سامنے رکھی کہ یہ ہمت کا، کوشش کا میدان ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کی پھر نوح علیہ السلام کی کشتی رواں دواں ہوئی ان سارے انسانوں کی روحیں ان کشتی میں بیٹھنے والوں کی وجہ سے وجود میں آئیں کیونکہ ساری دنیا تو اللہ تعالیٰ نے ڈبو دی اب وہی لوگ تھے جو کشتی میں بیٹھے تھے جانوروں کے جوڑے بھی اور انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی کشتی میں بٹھانے کا حکم دیا۔ تقریباً اسی لوگ تھے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے پھر ان کی کشتی جودی پہاڑ پر رکی۔ استقامت لہروں کے ساتھ بہہ نہیں گئی کوئی گھبراہٹ نہیں، کوئی پریشانی نہیں۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب زمین پر اترے کسی قسم کی مایوسی نہیں تھی۔

مایوسی انسان کے اندر کیوں در آتی ہے؟

کٹی پتنگ ہونے کی وجہ سے۔ ڈور ٹوٹ جاتی ہے۔ بندے کا تعلق اپنے رب سے ٹوٹتا ہے تو وہ مایوسی میں ہی گرتا ہے۔

اگر ہم استقامت دیکھنا چاہیں تو نوح علیہ السلام کے بعد جو قوم دنیا میں بسائی گئی وہ قوم عاد تھی ساری قوم ایک طرف ہے اور ہود علیہ السلام کی دعوت ایک طرف ہے ہر پیغمبر نے ایک ہی چیز کی دعوت دی۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء:36)

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

استقامت تلاش کرنا چاہتے ہیں تو انبیاء کی دعوت میں دیکھئے۔

انسان کیسے شریک ٹھہراتا ہے؟ اس کی گھبراہٹ بتاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں دیکھتا غیر اللہ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ غیر اللہ کی طرف جب بھی دیکھیں گے گھبراہٹ آئے گی، غیر اللہ کی طرف جب بھی دیکھیں گے مایوس ہوں گے۔ غیر اللہ میں آپ خود بھی شامل

ہیں اپنی طرف دیکھیں گے تب بھی، کسی اور کی طرف دیکھیں گے تب بھی، اسباب کی طرف دیکھیں گے تب بھی، سیدنا ہود علیہ السلام جب اپنی قوم کو دعوت دی قوم نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا، نوح علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے لشکر بھیجے تھے دنیا میں انسانوں کی فوجیں ہوتی ہیں، سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں اس میں بہت وسعت آگئی تھی ان کے لشکروں میں میں جانور، جنات، پرندے سب شامل تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے لشکر، جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا لشکر کون سا ہوتا ہے؟

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ (المدثر:31)

''اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا''

نوح علیہ السلام کے دور میں پانی نے وہ کردار ادا کیا جو کوئی فوج ادا نہیں کر سکتی۔ پانی ہمارے رب کا لشکر ہے۔ رب نے لوگوں پر پانی چڑھا دیا۔ اور ہود علیہ السلام کا دور آیا وہ استقامت کا روشن مینار تھے باوجود اس کی مخالفت کے ہود علیہ السلام نے انہیں رب کی دعوت دینا نہیں چھوڑی، انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا نہیں چھوڑا پھر جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کا ایک اور لشکر تھا تیز ہوا، ہوا کا ایسا طوفان تھا جو سات دن اور آٹھ راتیں ان پر چلتا رہا اور وہ یوں پچھڑے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ ساری قوم کو برباد کر دیا۔ جن لوگوں نے سیدھا اور سچا راستہ اختیار نہیں کیا وہ سب برباد ہو گئے۔

کامیابی کس کو ملی؟ استقامت اختیار کرنے والے ہود علیہ السلام کو۔

انسانوں کی تاریخ بتائے گی کامیاب ہونے وہی تھے جو استقامت کی خصوصیت رکھتے تھے۔ آگے بڑھیں، آگے ہم دیکھتے ہیں ایک کے بعد ایک قوم آئی، قوم کے اندر اللہ رب العزت کی طرف سے رسول آیا، ہر رسول نے ایک ہی دعوت دی۔

﴿وَاعْبُدُوا اللهَ﴾

یہی دعوت تھی سیدنا شعیب علیہ السلام کی، یہی دعوت تھی سیدنا صالح علیہ السلام کی، یہی دعوت تھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی، یہی دعوت تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی اس

دعوت کو جب ابراہیم علیہ السلام لے کر اٹھے تو ان کے دور کے سب لوگوں نے حتیٰ کہ باپ نے بھی، وقت کے بادشاہ نے بھی سب کو مقابلے کے لیے اکٹھا کر لیا۔ قائم رکھنے والی چیز رب کا شعور ہے، رب کی ذات پر گہرا یقین ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نمرود نے سوالات کیے تھے دربار میں:

تیرا رب کون ہے؟

﴿قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ﴾

جب ابراہیم نے کہا: ''میرا ربّ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔'' اُس نے کہا: ''میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔'' (سورۃ البقرہ:258)

نمرود نے قیدی بلوائے ایک کو آزاد کر دیا دوسرے کو قتل کر دیا اور کہا کہ یہ لو میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں سمجھ کا فرق ہے۔ حل باہر نہیں ہے استقامت کے لیے استقلال کے لیے حل آپ کے اندر کام کرے گا آپ باہر سے اس کا حل تلاش کریں گے نہیں ملے گا آپ کا دل گواہی دے گا تو سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ اصل چیز دل کی گواہی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب معاملہ دیکھا کہ اس کو سمجھ نہیں آئی تو انہوں نے ایک ایسی دلیل دی جس پر وقت کا بادشاہ حیران و ششدر رہ گیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۃ البقرہ:258)

''اللہ تعالیٰ سورج کو بلاشبہ مشرق سے لاتا ہے پس تو اس کو مغرب سے نکال کر دکھا'' اب وہ کافر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

تو حیران ہو گیا وہ جس نے کفر کیا تھا تھوڑی سی روشنی اس کے دل کے اندر بھی آئی لیکن گھپ اندھیرے میں روشنی کی وہ کرن ٹھہر نہیں پائی اس لیے وہ کامیابی کا سفر طے نہیں کر سکا۔ اس نے یہ محسوس کیا کہ ابراہیم نے چیلنج کیا ہے اس کو مزا چکھانا چاہیے لہٰذا اس نے

درباریوں سے کہا اور یہ پیغام دیا کہ سب ابراہیم کے جلانے کے لیے لکڑیاں اکٹھی کرو پھر لکڑیوں کا پہاڑ کھڑا کر دیا گیا۔اس دور کی عورتیں منت مانتی تھیں کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میں ابراہیم کے لیے جلائی جانے والی آگ کے لیے لکڑیاں اکٹھی کروں گی آپ تصور کریں گے جانور بھی شریک تھے۔اس چھپکلی کو دیکھئے جو ابراہیم کو جلانے والی آگ بھڑکانے کے لیے پھونکیں مار رہی تھی۔ایسا لگتا ہے وہ کائناتی مسئلہ بن گیا تھا ایک طرف لکڑیوں کا پہاڑ ہے دوسری طرف ایک مضبوط شخصیت ہے عزیمت کا پہاڑ ہے،صبر کا پہاڑ ہے ایسا بلند کہ لکڑیوں کا پہاڑ ٹھہر نہیں سکا۔انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔رب قدردان ہے،وہ الشکور ہے وہ سچے جذبوں کی قدر کرتا ہے۔

﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ (النجم:37)

اور ابراہیم جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔

کیسے حق ادا کیا تھا؟

استقامت،مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے ادا کیا تھا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام قائم ہیں اللہ تعالیٰ کی بات پر،اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے پر۔وقت کے بادشاہ کو پیغام پہنچایا تھا۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے محسوس ہی نہیں کیا کہ سامنے آگ کا پہاڑ ہے میں اس میں پھینک دیا گیا تو جل جاؤں گا۔انہوں نے نہ اپنی طرف دیکھا،نہ جلنے کو دیکھا،نہ ان کے جلانے کو دیکھا۔صرف رب کو دیکھا۔رب کو دیکھنے والا رب سے دعا کرتا ہے۔

گھبراہٹوں کا،مایوسیوں کا علاج کہاں ہے؟علاج تو دعا میں ہے۔

مایوسی کے علاج کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کیا دعا بتائی؟

﴿اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْا فَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّاَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾

''اے اللہ!میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔پس تو مجھے ایک لمحے کے لئے

کبھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا اور میرے سارے کاموں کو درست فرمادے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (ابوداؤد:5090)

مایوسی کہاں سے ابھرتی ہے؟ مایوسی کی فصل کہاں اُگتی ہے؟

اپنی ذات کے اندر دیکھئے، یقین کی سرزمین جو دل کی سرزمین ہوسکتی ہے جہاں پر ایمان بو سکتے ہیں جہاں یقین، استقامت اور اسی طرح کی دوسری خصوصیات اگتی ہیں اور پوری فصل تیار ہو جاتی ہے اس کی جگہ پر بے یقینی، شک اگتا ہے۔ کیسی فصل اگاتے ہیں مایوسیاں، ناامیدیاں اپنی انتہاء پر پہنچ جاتی ہیں انسان ایک لمحے کے لیے اپنی طرف دیکھے تو کام سے گیا۔ ایک لمحے میں انسان رب سے بے تعلق ہوجاتا ہے اور وہ ایک لمحہ جب وہ اپنے رب پر نظریں گاڑ دیتا ہے وہ ایک لمحہ اسے کامیاب کر دیتا ہے۔

اسی سلسلے میں غزوہ بدر ہوا، غزوہ احد ہوا۔ بدر کی جنگ میں کون سی چیز رسول اللہ ﷺ کو جمائے ہوئے تھی؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ نبی ﷺ اس موقع پر کیا دعا کر رہے ہیں تو آپ ﷺ یہ دعا کر رہے تھے:

﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ﴾

اے زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے میں تیری رحمت کے وسیلہ سے فریاد کرتا ہوں۔ (ترمذی:3524)

اللہ تعالیٰ کی رحمت، ایک اس کی ذات کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہے۔ ماحول اور حالات جتنے بھی سخت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کا تعلق ہرا بھرا رہتا ہے۔ اس تعلق کو کوئی قید خانے میں بھی بند نہیں کر سکتا اس تعلق کے لیے زمین چھوڑنی پڑے، چھوڑ دی جاتی ہے، ہجرتیں ہوجاتی ہیں، اس تعلق کے لیے جہاد کرنا پڑے جہاد ہوتا ہے۔ نہ ہجرت میں پائے ثبات میں لغزش آتی ہے نہ جہاد میں کسی طرح پاؤں ڈولتے ہیں۔ یہ ہے استقامت کا نمونہ۔

اور غزوہ احد میں جب رسول اللہ ﷺ کا دانت ٹوٹا، بھگدڑ مچ گئی اور آپ ایک گڑھے میں پڑے ہوئے لوگوں کو پکار رہے تھے:

﴿إِلَيَّ عِبَادَ اللهِ! إِلَيَّ عِبَادَ اللهِ!﴾ (البدایہ والنہایہ:4/398)

اللہ کے بندو! میری طرف آؤ، اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ۔

یہی وہ موقع تھا جب ابوسفیان پکار رہا تھا باری باری محمد ﷺ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کا نام اس نے پکارا سب ختم ہو گئے اس پر آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کہا انہیں جواب دو۔

براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب احد کے موقع پر جب مشرکین سے مقابلہ کے لیے ہم پہنچے تو نبی ﷺ نے تیر اندازوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں (پہاڑی پر) مقرر فرمایا تھا اور انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اس وقت بھی جب تم لوگ دیکھ لو کہ ہم ان غالب آ گئے ہیں پھر بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اس وقت بھی جب تم لوگ دیکھ لو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے، تم لوگ ہماری مدد کے لیے نہ آنا۔ پھر جب ہماری مڈبھیڑ کفار سے ہوئی تو ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں نے دیکھا جب ان کی عورتیں پہاڑیوں پر بڑی تیزی کے ساتھ بھاگی جا رہی تھیں، پنڈلیوں کے اوپر سے کپڑے اٹھائے ہوئے، جس سے ان کے پازیب دکھائی دے رہے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن جبیر کے (تیر انداز) ساتھی کہنے لگے کہ غنیمت غنیمت۔ اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے تاکید کی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا (اس لیے تم لوگ مال غنیمت لوٹنے نہ جاؤ) لیکن ان کے ساتھیوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کی اس حکم عدولی کے نتیجے میں مسلمانوں کو ہار ہوئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے اس کے بعد ابوسفیان نے پہاڑی پر سے آواز دی، کیا تمہارے ساتھ محمد موجود ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے، پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا تمہارے ساتھ ابن ابی قحافہ موجود ہیں؟ نبی ﷺ نے اس کے جواب کی بھی ممانعت فرما دی۔ انہوں نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ ابن خطاب موجود ہیں؟ اس کے بعد وہ کہنے لگے کہ یہ سب قتل کر دیے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بے

قابو ہو گئے اور فرمایا، خدا کے دشمن تو جھوٹا ہے۔ خدا نے ابھی انہیں تمہیں ذلیل کرنے کے لیے باقی رکھا ہے۔ ابوسفیان نے کہا، ہبل (ایک بت) بلند رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا جواب دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا کہ کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔ (صحیح بخاری:4043)

استقامت کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی ہر مثال روشن ہے۔ غزوہ احزاب میں جب کلیجے منہ کو آ گئے تھے۔ سورہ الاحزاب میں ہمیں اس کا بیان ملتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٩﴾ إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِٱللَّهِ ٱلظُّنُونَا۠ ﴿١٠﴾﴾ (الاحزاب:10،9)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئیں چنانچہ ہم نے اُن پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنہیں تم نے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر سے تم پر چڑھ آئے اور تمہارے نیچے سے بھی اور جب آنکھیں پھر گئیں اور جب دل حلق تک پہنچ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔

اتنی زیادہ شدت تھی پورا عرب چڑھ دوڑا تھا ہاں اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر

سے مدد کی تھی ایسی تیز آندھی چلی کہ سب کے خیمے اکھڑ گئے تھے۔

آپ ﷺ نے خواب دیکھا اپنے ساتھیوں کو بتایا اور عمرہ کرنے کے لیے نکلے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حدیبیہ سائیڈ پر ہے یعنی جب مدینہ سے سیدھا مکہ جاتے ہیں تو حدیبیہ راستے میں نہیں آتا۔ آپ ﷺ نے یہ راستہ حکمت کے تحت اختیار کیا تھا۔ پھر معاہدہ ہوا کہ اس سال سب لوگ واپس جائیں گے اور اگلے سال عمرہ کے لیے آئیں گے ایک سال کے لیے (Goal Postpone) ہو گیا۔ پایہ ثبات میں لغزش نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ کے گھر سے روک دیا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی اور اللہ پاک نے سورۃ نازل فرمائی:

﴿اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا﴾ (الفتح:1)

''یقیناً ہم نے آپ کو ایک کھلی فتح عطا کی ہے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے زیرک انسان نے بھی یہ سوال کیا تھا اے اللہ کے رسول کیا واقعی یہ فتح ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر میں بھی نہیں پہنچ پائے اور ہم ایسی شرطیں مان کے جا رہے ہیں جس میں ہماری سبکی ہے لیکن وقت نے ثابت کیا کہ وہ واقعی فتح مبین تھی اور آپ ﷺ عمرہ کیے بغیر واپس آئے ،لیکن (Goal) ختم نہیں ہوا۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وقتی طور پر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے، پیچھے ہٹنے والے کے دل کے اندر اگلے سال کی امید پوری طرح روشن ہے، امید کا دیا جلا ہوا ہے۔ بہت سارے صحابہ کے قدم بوجھل ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے انھیں کہا کہ اب واپس جانا ہے سر منڈوا لو، جانور قربان کر دو اور احرام کھول دو۔ سب سُن تھے، سناٹے میں تھے کسی نے جنبش نہیں کی آپ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا گلہ کیا تو سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ باہر تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنا قربانی کا جانور ذبح کر لیں اور اپنے حجام کو بلالیں جو

آپ کے بال مونڈ دے۔ (بخاری:2732)

انہوں نے صدمے کی حالت میں بھی ایمان نہیں کھویا۔صدمے کی حالت میں کوئی سناٹے میں ہو سکتا ہے لیکن ایسا تب ہوتا ہے جب لوگ ایک لیڈرشپ کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔اللہ پاک کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ﴾

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے اس مشکل صورتحال سے بھی نکال لیا، پھر آپ ﷺ اگلے سال عمرہ کرنے کے لیے گئے اور پھر آپ نے آٹھ ہجری میں یعنی اس سے اگلے سال مکہ فتح کیا الحمدللہ۔جب آپ مکہ فتح کرنے کے لیے نکلے تو آپ بہت پرجوش (Excited) نہیں تھے جب کسی کا مشن مکمل ہونے کو آتا ہے تو جوش (Excitement) ٹھہرنے نہیں دیتی۔ آپ ﷺ کا سر جھکا ہوا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے اور آپ ﷺ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (یوسف:92)

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔"

اور آپ اعلان کرتے جا رہے تھے جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کو پناہ ہے آپ نے اپنے دشمنوں کے گھر کو پناہ گاہ بنا دیا۔پھر غزوہ تبوک ہوا اور آپ کی زندگی کے اختتام پر بھی آپ کو اپنا مشن نہیں بھولا تھا۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام یہ تھا:

﴿الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾

نماز اور تمہارے غلام۔ (ابن ماجہ:2698)

رب سے جوڑنے والی چیز نماز، نماز، پھر آپ ﷺ نے دو کمزور لوگوں کے حق کے لیے تلقین کی عورت اور غلام ان کو وہی کھلا نا جو خود کھاتے ہو، وہی پہنانا جو خود پہنتے ہو۔ اتنا واضح نقطہ نظر (Clear Vision) اپنے مقصد، اپنے مشن سے اتنی محبت اس لیے تھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنایا ہوا تھا۔

ہاں وہ رب کریم ہے اس نے ہماری نماز کی ہر رکعت میں استقامت کی دعا رکھ دی ہے۔

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (٥) اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦)﴾

"ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔" (سورۃ الفاتحہ:4،5)

یہ دعائے استقامت ہے۔ صراط مستقیم استقامت کا راستہ، سیدھا راستہ ہے۔ ہر رکعت میں آپ دعا کرتے ہیں شعور سے دعا کریں ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

استقامت کی ایک اور دعا جو نبی ﷺ مانگا کرتے تھے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر اوقات یہ دُعا فرمایا کرتے تھے:

﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ! ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ﴾

"اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔"

میں نے عرض کیا: "آپ ﷺ یہ دُعا بہت زیادہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جب وہ ٹیڑھا کرنا چاہتا ہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔" (جامع ترمذی:2140)

تو استقامت درحقیقت ثابت قدمی ہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلتے ہوئے بعض اوقات زندگی میں انسان کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ جب بندے کو معاشرتی

رسوم ورواج کے سامنے سرنڈر کرنے کو کہا جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے پر معاشرتی بائیکاٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یا دنیا کے کاموں میں مشغولیت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے کا سبب بنتی ہے تو بندے کے اندر سستی اور ڈھیلا پن آجاتا ہے ایسے میں رب العزت سے مدد مانگنے کی اور ایسی ہستیوں سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جن کی زندگیاں ہمارے لیے مثال ہیں۔

استقامت کا وہ موقع جس کا سامنا اولوالعزم پیغمبروں کو کرنا پڑا،

دین کے راستے میں آنے والی سختیوں کے مقابلے میں اہل ایمان کو استقامت کا حکم دیا گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (ھود:112)

چنانچہ آپ ثابت قدم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی ہے، اور حد سے نہ بڑھو، جو کچھ تم کرتے ہو یقیناً اسے وہ خوب دیکھنے والا ہے۔

سیدنا سفیان بن عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ پھر میں اس کو آپ ﷺ کے بعد (اور ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے سوا) کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ کہہ دو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان:159)

رب العزت کا فرمان ہے:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا

﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ﴾ (البقرۃ: 214)

یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر اُن لوگوں جیسے حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے گزر چکے، اُن کو تنگ دستی اور تکلیف پہنچی اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہی ہے۔

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ ﷺ اس وقت اپنی ایک چادر پر ٹیکا دیئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کیوں نہیں طلب فرماتے؟ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ (ہم کافروں کی ایذاء ہی سے تنگ آ چکے ہیں۔) نبی ﷺ نے فرمایا: ”(ایمان لانے کی سزا میں) تم سے پہلی امتوں کے لوگوں کے لیے گڑھا کھودا جاتا اور انہیں اس میں ڈال دیا جاتا، پھر ان کے سر پر آرا رکھ کر ان کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتے۔ لوہے کے کنگھے ان کے گوشت میں دھنسا کر ان کی ہڈیوں اور پٹھوں پر پھیرے جاتے، پھر بھی وہ اپنا ایمان نہ چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کہ یہ امر (اسلام) بھی کمال کو پہنچے گا اور ایک زمانہ آئے گا کہ ایک سوار مقامِ صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا (لیکن راستوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے) اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں ہوگا یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔“ [2]

(بخاری:3612)

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اُن فتنوں کے ظاہر ہونے سے پہلے جلد جلد نیک اعمال کرلو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے۔ صبح آدمی ایمان والا ہوگا اور شام کو کافر یا شام کو ایمان والا ہوگا اور صبح کافر اور دنیوی نفع کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے گا۔'' (صحیح مسلم:313)

مشاطہ بنت فرعون کا واقعہ:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اسراء کی رات ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے کہا اے جبریل! یہ کیسی اچھی خوشبو ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کرنے والی (خادمہ) اور اُس کی اولاد کی ہے' اس کی شان پوچھی گئی تو عرض کیا' فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرتے ہوئے اس مومنہ خاتون کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ فرعون کی بیٹی نے کہا اللہ تعالیٰ تو میرا باپ ہے۔ اُس (خادمہ) نے جواب دیا کہ نہیں، میرا اور تیرے باپ کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ فرعون کی بیٹی نے کہا کہ میں اس کی خبر اپنے باپ کو دے دوں گی تو اس نے کہا کوئی حرج نہیں۔ پس اُس نے اپنے باپ کو ساری بات سنائی۔ فرعون نے اُس (خادمہ) کو بلوایا اور کہا کیا تم میرے سوا کسی اور کو ربّ مانتی ہو۔ کہا ہاں میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ فرعون نے اُسی وقت حکم دیا کہ تانبے کی گائے کو آگ میں تپایا جائے' جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو پھر اسے اور اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اُس میں ڈال دیا جائے۔ اُس مومنہ عورت نے فرعون سے کہا میری ایک درخواست ہے اُس نے کہا کیا ہے؟ اُس نے کہا

میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کر کے دفن کر دینا۔ فرعون نے کہا اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اس لئے یہ منظور ہے۔ بعدازیں فرعون نے حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اس کے بچوں کو آگ کی طرح تپتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ جب دودھ پیتے بچے کی باری آئی (فرعون کے سپاہیوں نے جب اس بچے کو چھینا) تو وہ گھبرائی (تو اللہ تعالیٰ نے دودھ پیتے بچے کو گویائی عطا فرمائی)۔ اس نے (اپنی ماں سے) کہا امی جان افسوس نہ کریں بلکہ (آگ میں) ڈال دیں کیونکہ دنیا کا عذاب، آخرت کے عذاب سے بہت ہلکا ہے، تب (ماں نے بچے کو آگ میں) ڈال دی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چار چھوٹے بچوں نے بات کی وہ یہ ہیں۔ (1) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (2) صاحب جریج (3) یوسف کی گواہی دینے والا (4) فرعون کی بیٹی کی مشاطہ کا بیٹا۔ (مسند احمد: 1/309، طبرانی: 12280، ابن حبان: 2903، مستدرک حاکم: 2/496)

اصحاب الاخدود کا واقعہ:

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو بادشاہ سے بولا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میرے پاس کوئی لڑکا بھیج کہ میں اس کو جادو سکھلاؤں۔ بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیجا، وہ اس کو جادو سکھلاتا تھا۔ اس لڑکے کی آمد و رفت کی راہ میں ایک راہب تھا (عیسائی درویش یعنی پادری تارک الدنیا)، وہ لڑکا اس کے پاس بیٹھا اور اسکا کلام سنا تو اسے اس کی باتیں اچھی لگیں۔ اب جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کی طرف سے ہو کر نکلتا اور اسکے پاس بیٹھتا، پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اس

کو (دیر سے آنے کی وجہ سے) مارتا۔ آخر لڑکے نے جادوگر کے مارنے کا راہب سے گلہ کیا تو راہب نے کہا کہ جب تو جادوگر سے ڈرے، تو یہ کہہ دیا کر کہ میرے گھر والوں نے مجھ کو روک رکھا تھا اور جب تو اپنے گھر والوں سے ڈرے، تو کہہ دیا کر کہ جادوگر نے مجھے روک رکھا تھا۔ اسی حالت میں وہ لڑکا رہا کہ اچانک ایک بڑے درندے پر گزرا کہ جس نے لوگوں کو آمدورفت سے روک رکھا تھا۔ لڑکے نے کہا کہ آج میں معلوم کرتا ہوں کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے۔ اس نے ایک پتھر لیا اور کہا کہ الٰہی اگر راہب کا طریقہ تجھے جادوگر کے طریقے سے زیادہ پسند ہو، تو اس جانور کو قتل کرتا کہ لوگ گزر جائیں۔ پھر اس کو پتھر سے مارا تو وہ جانور مر گیا اور لوگ گزرنے لگے۔ پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اس سے یہ حال کہا تو وہ بولا کہ بیٹا تو مجھ سے بڑھ گیا ہے، یقیناً تیرا رتبہ یہاں تک پہنچا جو میں دیکھتا ہوں اور تو عنقریب آزمایا جائے گا۔ پھر اگر تو آزمایا جائے تو میرا نام نہ بتلانا۔ اس لڑکے کا یہ حال تھا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا تھا۔ یہ حال جب بادشاہ کے مصاحب جو کہ اندھا ہو گیا تھا سنا تو اس لڑکے کے پاس بہت سے تحفے لایا اور کہنے لگا کہ یہ سب مال تیرا ہے اگر تو مجھے اچھا کر دے۔ لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو اچھا نہیں کرتا، اچھا کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا تو وہ تجھے اچھا کر دے گا۔ وہ وزیر اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اچھا کر دیا۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ تیری آنکھ کس نے روشن کی؟ وزیر بولا کہ میرے مالک نے۔ بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا مالک کون ہے؟ وزیر نے کہا کہ میرا اور تیرا مالک اللہ تعالیٰ

ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑا اور عذاب شروع کیا، یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام لے لیا۔ وہ لڑکا بلایا گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے بیٹا تو جادو میں اس درجہ پر پہنچا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہے اور بڑے بڑے کام کرتا ہے؟ وہ بولا کہ میں تو کسی کو اچھا نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ اچھا کرتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو پکڑا اور اور مارتا رہا، یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتلایا۔ راہب پکڑ لیا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جا۔ اس کے نہ ماننے پر بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور راہب کی مانگ پر رکھ کر اس کو چیر ڈالا، یہاں تک کہ وہ ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ پھر وہ وزیر بلایا گیا، اس سے کہا گیا کہ تو اپنے دین سے پھر جا، اس نے بھی نہ مانا اس کی مانگ پر بھی آرہ رکھا گیا اور چیر ڈالا یہاں تک کہ وہ ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ پھر وہ لڑکا بلایا گیا، اس سے کہا کہ اپنے دین سے پلٹ جا، اس نے بھی نہ انکار کیا۔ تو اس کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جا کر چوٹی پر چڑھاؤ، جب تم چوٹی پر پہنچو تو اس لڑکے سے پوچھو، اگر وہ اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، نہیں تو اس کو دھکیل دو۔ وہ اس کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا۔ لڑکے نے دعا کی کہ الٰہی جس طرح تو چاہے مجھے ان کے شر سے بچا۔ پہاڑ ہلا اور وہ لوگ گر پڑے۔ وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچا لیا۔ پھر بادشاہ نے اس کو اپنے چند ساتھیوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو ایک کشتی میں دریا کے اندر لے جاؤ، اگر اپنے دین سے پھر جائے تو خیر، ورنہ اسکو دریا میں دھکیل دینا۔ وہ لوگ اس کو لے گئے۔ لڑکے نے کہا کہ الٰہی! تو مجھے جس طرح چاہے ان کے شر سے بچا لے۔ وہ کشتی اوندھی ہو گئی اور لڑکے کے سوا سب

ساتھی ڈوب گئے اور لڑکا زندہ بچ کر بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے؟ وہ بولا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے شر سے بچالیا۔ پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ تو مجھے اس وقت تک نہ مار سکے گا، جب تک کہ جو طریقہ میں بتلاؤں وہ نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا؟ اس نے کہا کہ تو سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر کے مجھے ایک لکڑی پر سولی دے، پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر کمان کے اندر رکھ، پھر کہہ کہ اس اللہ تعالیٰ کے نام سے مارتا ہوں جو اس لڑکے کا مالک ہے۔ پھر تیر مار۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کرے گا۔ بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، اس لڑکے کو درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر یہ کہتے ہوئے مارا کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے مارتا ہوں جو اس لڑکے کا مالک ہے۔ وہ تیر لڑکے کی کنپٹی پر لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ تیر کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔ لوگوں نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ ہم تو اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے مالک پر ایمان لائے۔ کسی نے بادشاہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! جس سے تو ڈرتا تھا وہی ہوا یعنی لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے راستوں کے نالوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر خندقیں کھودی گئیں اور ان میں خوب آگ بھڑکائی گئی اور کہا کہ جو شخص اس دین سے (یعنی لڑکے کے دین سے) نہ پھرے، اسے ان خندقوں میں دھکیل دو، یا اس سے کہا جائے کہ ان خندقوں میں گرے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا، وہ عورت آگ میں گرنے سے جھجکی (پیچھے ہٹی) تو بچے نے کہا کہ اے ماں! صبر کر تو سچے دین پر ہے (مرنے کے بعد پھر چین ہی

چین ہے، پھر تو دنیا کی مصیبت سے کیوں ڈرتی ہے؟ (مسلم:7511)

نبی ﷺ نے فرمایا: اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہلاک ہوئے خندقوں والے۔ وہ آگ تھی بہت ایندھن والی تا آنکہ آپ ﷺ نے عزیز الحمید تک پڑھا۔ پھر فرمایا اور وہ لڑکا جو تھا دفن کیا گیا" راوی کہتا ہے کہ اس لڑکے کی لعش سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نکالی گی اور وہ انگلی اپنی کنپٹی پر رکھے ہوئے تھے جیسے اس نے قتل کے وقت رکھی تھی۔" (ترمذی، کتاب التفسیر)

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صحابیات نے بھی اسلام کے لیے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کیں اور ان کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔

سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا تو ان کو کفار نے طرح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں، سب سے سخت اذیت یہ تھی کہ ان کو مکہ کی تپتی ریت میں لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ ایک دن کفار نے حسب معمول ان کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں زمین پر لٹا دیا تھا، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا تو فرمایا: "صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے۔" لیکن کفار کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور ابو جہل نے ان کی ران میں برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت ان ہی کو نصیب ہوا اور صحابیات کی یہ سب سے بڑی فضیلت ہے کہ سب سے پہلے ایک صحابیہ نے اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے شرف شہادت حاصل کیا۔ (اسد الغابہ:5/481، اصابہ:4/335، 585)

سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا

کفار نے صحابیات کو طرح طرح کی اذیتیں دیں لیکن ان کی زبان سے کلمہ توحید کے سوا کلمہ شرک نہیں نکلا۔ سیدہ ام شریک رضی اللہ عنہا ایمان لائیں تو ان کے عزیز و اقارب نے ان

کودھوپ میں بے جا کھڑا کر دیا اس حالت میں جب کہ وہ دھوپ میں جل رہی تھیں روٹی کے ساتھ شہد جیسی گرم چیز کھلاتے اور پانی نہیں پلاتے تھے، جب اس مصیبت میں تین دن گزر گئے تو ظالموں نے کہا کہ ''جس مذہب پر تم ہو اب اس کو چھوڑ دو۔'' وہ اس قدر بدحواس ہوگئی تھیں کہ ان جملوں کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔اب ان ظالموں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بتایا تو سمجھیں کہ توحید الٰہی کا انکار مقصود ہے۔بولیں اللہ کی قسم میں تو اب تک اس پر قائم ہوں۔(الاصابہ:4/466،1347،طبقات ابن سعد تذکرہ ام شریک)(سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات:188)

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا

جنگِ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ سیدہ خنسا رضی اللہ عنہا بھی شریک تھی۔سیدہ خنسا رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے چاروں بیٹے بھی شریک تھے۔شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کر رہا تھا، آتش بیاں شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا۔

''پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور تم نے ہجرت کی۔اللہ وحدہ لاشریک کی قسم ہے! کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو ایک باپ کے بھی بیٹے ہو۔میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی۔اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا۔اور نہ تمہارے حسب ونسب میں داغ لگایا۔جو ثواب عظیم اللہ تعالیٰ نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لیے رکھا ہے تم اس کو خود جانتے ہو۔خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے اس دارفانی سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾(آل عمران:200)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں

میں ڈٹے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

کل جب خیریت سے تم ان شاء اللہ صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا۔ اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم خاص آتش دان جنگ کی طرف رخ کرنا۔ اور جب دیکھنا کہ فوج غصہ سے آگ ہو رہی ہے تو تم غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ تم دنیا میں مالِ غنیمت اور عاقبت میں عزت پاؤ۔'' (اسد الغابہ:442/5)

صبح کو جنگ چھڑتے ہی سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے ایک ساتھ دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور آخر کار بڑی بہادری سے لڑ کر چاروں شہید ہوئے۔ سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا: ''اس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف دیا۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آٹھ سو دینار سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو ان کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ دیا کرتے تھے۔

سیدہ ام فکیہہ رضی اللہ عنہا

سیدہ امِ فکیہہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اسلام سے پہلے ان کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ ''میں نے رحم کھا کر تجھ کو نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس لیے چھوڑا ہے کہ تھک گیا ہوں، وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ ''عمر اگر تم مسلمان نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے ان بے رحمیوں کا انتقام لے گا۔'' زنیرہ رضی اللہ عنہا ایک اور صحابیہ تھیں۔ وہ بھی اسلام کی راہ میں بے حد ستائی گئیں۔ ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ نہدیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام عبیس رضی اللہ عنہا یہ دونوں بھی صحابیہ تھیں، انہوں نے بھی اسلام لانے کے جرم میں نہایت سخت تکلیفیں اور مصیبتیں برداشت کیں۔

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب بنو امیہ کے مقابل حجاز میں اپنی خلافت قائم کی

اور حجاج نے ان پر بڑے ساز و سامان سے فوج کشی کی تو ان کے رفقا نے ان سے علیحدہ ہونا شروع کر دیا۔ مخلصوں کی ایک بہت چھوٹی سی جماعت ان کے ساتھ رہ گئی۔ اس وقت سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ گھبرا کر اپنی ماں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اجازت طلب کی کہ "اگر مناسب ہو تو میں حجاج سے صلح کر لوں۔" بہادر ماں نے جواب دیا "فرزند من! اگر تم باطل پر ہو تو آج سے بہت پہلے تم کو صلح کر لینی چاہیے تھی اور اگر حق پر ہو تو رفقا کی کمی سے دل برداشتہ نہ ہو۔ حق کی رفاقت خود کیا کم نصرت ہے۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہ ماں کے پاس سے واپس آئے اور تمام ہتھیاروں سے سج کر ماں سے رخصت ہونے آئے۔ ماں نے سینہ سے لگایا تو جسم بہت سخت نظر آیا۔ پوچھا کیا واقعہ ہے؟ فرمایا "میں نے دوہری زرہ پہن لی ہے۔" سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا "یہ شہدائے حق کا شیوہ نہیں۔" ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے زرہ اتار ڈالی۔ پھر کہا مجھے ڈر ہے کہ دشمن میری لاش کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کریں۔ ماں نے جواب دیا: "بیٹا! جب بکری ذبح ہو جاتی ہے تو اس کو کھال کھینچنے کی تکلیف نہیں ہوتی۔" اور اس طرح ماں نے بیٹے کو مقتل میں بھیجا اور حق و صداقت کی قربان گاہ پر اپنے جگر کے ٹکڑے کو نثار کر دیا۔ سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حجاج نے ان کی لاش کو سر راہ سولی پر لٹکا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا جب ادھر سے گزر ہوا تو بیٹے کی لاش سولی پر لٹکی نظر آئی۔ کون ایسی ماں ہو گی جو اس پر اثر منظر کو دیکھ کر تڑپ نہ جائے گی لیکن وہ نہایت بے پروائی کے ساتھ ادھر سے گزر گئیں اور لٹکی لاش کی طرف اشارہ کر کے یہ بلیغ فقرہ کہا "کیا اب تک یہ سوار اپنے گھوڑے سے اترا نہیں۔" (الاصابہ:46،230/4)

(سیرت الصحابیات مع اسوۂ صحابیات:261،288)

استقامت میں مدد دینے والے امور

کلمہ طیبہ: استقامت یعنی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی میں سب سے زیادہ مددگار کلمہ طیبہ ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (ابراھیم: 27)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے۔

کلمہ طیبہ کی برکات میں سے ایک یہ ہے کہ مومن کسی حال میں بھی نہیں گھبراتا۔ وہ مصائب ومشکلات کے دور میں بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ ثابت قدم رہتا اور استقلال سے سب کچھ برداشت کر جاتا ہے اور آخرت میں تو اسے بعینہٖ وہی حالات ومناظر پیش آئیں گے جن پر وہ پہلے ہی ایمان رکھتا تھا لہٰذا وہاں بھی اس کے گھبرانے کی کوئی وجہ نہ ہوگی اور اس کلمہ کی برکت سے وہ وہاں بھی ثابت قدم رہے گا۔ (تیسیر القرآن)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میت جب قبر میں دفن کی جاتی ہے تو وہ پسماندگان کے (واپس لوٹتے وقت) جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر میت مومن ہو تو اسے (قبر میں) کہا جاتا ہے ''بیٹھ جاؤ۔'' وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے ہاں مبعوث ہوئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور تم ان کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟'' مومن آدمی کہتا ہے ''ذرا ٹھہرو مجھے نماز عصر ادا کرنے دو۔ (سورج غروب ہونے والا ہے)'' فرشتے کہتے ہیں ''بے شک تو (دنیا میں) نماز پڑھتا رہا ہے ہم جو بات پوچھ رہے ہیں اس کا ہمیں جواب دو، بتاؤ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کیا گواہی دیتے تھے؟'' مومن آدمی کہتا ہے ''وہ (محمد ﷺ) ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے

کرآئے ہیں۔"تب اسے کہا جاتا ہے اسی عقیدہ پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی عقیدے پر اٹھے گا۔ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے "جنت میں یہ تمہارا محل ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ لو یہ سب کچھ دیکھ کر) اس کے شوق اور لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (یعنی 105فٹ یا35 میٹر) کھلی کر دی جاتی ہے اور اسے منور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اسے سلا دیا جاتا ہے) اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اڑتی پھرتی ہے۔ (قبر میں مومن کا نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے "اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت کی زندگی (یعنی قبر) میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں"۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔" (الترغیب والترہیب للمنذری، ح:5225/4)

اللہ رب العزت کی یاد اور اس کا ذکر

ذکرِ الٰہی استقامت کے لیے مددگار ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الانفال:۴۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

نصیحت پر عمل کرنے والوں کو ثبات نصیب ہوتا ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا﴾

اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔ (النساء:66)

انبیاء کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ ثبات کے لیے مددگار ہوتا ہے۔ انبیاء کے قصص سے رب العزت نے نبی ﷺ کے دل کو ثبات عطا فرمایا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (ہود:120)

اور ہم رسولوں کے واقعات میں سے ہر چیز آپ کو سنا رہے ہیں جس کے ساتھ ہم آپ کا دل مضبوط کرتے ہیں اور آپ کے پاس اس معاملے میں حق آگیا اور ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

دین پر استقامت کی برکتیں

استقامت کی برکت سے فرشتے حوصلہ دیتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ خوف کھاؤ بلکہ جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾

”یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا“ (حم سجدہ:۳۰)

استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم اور خوف سے بچا لیتے ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۱۳) أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۴)﴾ (الاحقاف:14,13)

یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر ثابت قدم رہے تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ جنت والے ہیں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اُن اعمال کی جزا میں جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔

یاد رکھیں!

استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو لازم پکڑنا اور اس پر دوام اختیار کرنا ہے۔ (الصلابی۔ الاستقامۃ)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ استقامت کے بارے میں فرماتے ہیں: احکامات اور منہیات پر ثابت قدم رہنا اور لومڑی کی طرح مکر و فریب سے کام نہ لینا ہے یعنی اوامر کے بجالانے اور نواہی کے ترک کرنے پر استمرار بجالانا۔ (الصلابی۔ الاستقامۃ)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استقامت جامع کلمہ ہے جو توحید اور اوامر و نواہی پر استقامت اور اسی طرح فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی اطاعت و فرماں برداری لازم پکڑنے، معصیت کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی بندگی اختیار کرنے کا نام ہے۔ (الصلابی۔ الاستقامۃ۔ تفصیلھا و موقعھا)

ابن حاضر ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، آپ نے فرمایا:

﴿عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِسْتِقَامَةِ اِتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ﴾

"یعنی تم تقویٰ اور خوف خدا کو لازم پکڑو اور استقامت کو بھی، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں شریعت کا اتباع کرو، اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔" (رواہ الدارمی فی مسندہ از قرطبی) (تفسیر معارف القرآن ج ۷ ص ۶۷۱)

کوئی سوال کرنا چاہیں تو سوال کر لیجئے، امید ہے آپ کو سوالوں کے جواب مل گئے ہوں گے۔ الحمدللہ۔ تو اصل کرنے والا کام کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رب بنالیں۔ ہم سب کہتے ضرور ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے لیکن رب بنانے کے لیے کوشش کرنا سیکھنی ہے ان شاء اللہ۔ اور اپنے بچوں کو، اپنے سے کم عمر افراد کو، یا بڑوں کو بھی یہی سکھانا ہے۔ پہلی بات رب کا تعلق ہے۔ ان شاء اللہ اس میں بھی ہم سیکھتے رہیں گے اور مضبوطی کے ساتھ سیکھنا ہے ان شاء اللہ لیکن یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عمل (Practical) نہیں کریں گے تو خود محروم ہو جائیں گے۔ عمل ناگزیر ہے اور عمل صرف اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتا اپنی ذات سے باہر بھی کوششیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔